مولانا ظفر احمد اعظمی

قرآنی علوم کے ارتقائی مراحل

علوم قرآن سے مراد وہ تمام علوم ہیں جن کا تعلق قرآن کریم سے ہے جیسے علم تفسیر، علم قراءۃ، اسباب نزول وشان نزول کی معرفت، ناسخ ومنسوخ کا علم، کی ومدنی سورتیں، نزول قرآن میں سورتوں و آیتوں کی ترتیب، جمع قرآن اور اس کی کتابت، اعجاز قرآن وغیرہ وغیرہ اور موجودہ زمانہ میں مستشرقین کے اعتراضات جو وحی اور قرآن پر ہیں، ان کے جوابات، یہ سب بھی علوم قرآن کے اندر داخل ہوں گے، اس طرح علوم قران کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے گا۔

لیکن یہ علم کب وجود میں آیا اور کن مراحل سے گزرتا ہوا ہم تک پہونچا؟ اس کو جاننے کے لیے نزول قرآن کے وقت سے اب تک کے تمام ادوار کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ اس پورے زمانے کو پہلے ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ (۱) دور تمہید (۲) دور تدوین اور اس کے مختلف مراحل

دور تمہید: قرآن کریم رسول پاک ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے جمع کرنے اور بیان کرنے کی ذمہ داری لے لی گئی۔

ان علینا جمعہ وقرانہ ○ فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ ○ ثم ان علینا بیانہ ○ (قیامہ پ ۲۹)

ترجمہ: "بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوانا، تو جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے، پھر اس کا بیان کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔"

صحابہ کرامؓ صحیح عربیت کا ذوق رکھنے کی وجہ سے قرآن کے مطالب، اوامر ونواہی کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آیت کا شان نزول کیا ہے اور کس واقع پر قرآن کی کون سی آیت نازل ہوئی، انہیں جب کسی آیت کے سمجھنے میں دشواری ہوتی تو رسول پاک ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور آپ سے اس کی تفسیر معلوم کرتے، چنانچہ جب قران کی یہ آیت نازل ہوئی

الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون (انعام - ۸۲)

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا، ایسوں ہی کے لیے تو امن ہے۔"

تو صحابہ کرامؓ کو تشویش ہوئی اور کہا اینا لم یظلم نفسہ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے اوپر ظلم نہیں کیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ظلم سے مراد شرک باللہ ہے۔ چنانچہ قرآن کی دوسری آیت میں ہے ان الشرک لظلم عظیم بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اس طرح دور رسالت اور دور صحابہ میں علوم قرآن کی تدوین کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ پھر یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اکثریت ناخواندہ تھی کہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور ان کے علم کا سارا دار ومدار قوت حافظہ پر تھا، نیز یہ بات بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو قرآن کے علاوہ دوسری چیزوں کے لکھنے سے منع کر دیا تھا کہ مبادا قرآن کے ساتھ کسی دوسری چیز کا اختلاط ہو جائے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا تکتبوا عنی ومن کتب غیر القرآن فلیمحہ وحدثوا عنی ولا حرج ومن کتب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ فی النار

ترجمہ: "میری طرف سے قرآن کے علاوہ دوسری چیزوں کو مت لکھو۔ جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ لکھا ہے تو اس کو مٹا دو، میری طرف سے بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے قصداً میری طرف سے جھوٹ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔"

اس طرح عہد رسالت میں علوم قرآن کا دار ومدار ایک دوسرے سے تلقی اور سماع پر رہا۔ ابتدائی تدوین قرآن عہد صدیقی میں حضرت عمرؓ کے مشورہ سے ہوا، پھر جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں عرب وعجم کا اختلاط زیادہ ہوا تو انہوں نے اسی مصحف صدیقی کی مختلف نقلیں کرا کر مختلف ملکوں کو روانہ کر دیں اور یہ بھی حکم جاری فرما دیا کہ اس کے علاوہ جو قرآن کے نسخے ہوں، انہیں جلا دیا جائے۔ مبادا امت میں اس کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو، یہ حضرت عثمانؓ کی فراست ایمانی تھی جو کہ انہوں نے یہ حکم دیا۔

ہمارے موضوع سے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کتابت کے سلسلے میں بعض بنیادی چیزیں بتائیں، جنہیں بعد میں چل کر علم رسم قرآن یا علم رسم عثمانی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اسی طرح پر حضرت عثمانؓ کو علم رسم قرآن کا موسس یا واضع کہا جا سکتا ہے، نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوالاسود الدولی (متوفی ۶۹ھ) کو عربی زبان کی سلامت

وحت کے لیے بعض قواعد کو مراتب کرنے کو کہا تو اس بناء پر حضرت علیؓ کو علم اعراب کا موسس کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ علوم قرآن کے واضعین اور موسسین میں مندرجہ ذیل حضرات ہیں۔

(۱) صحابہ کرام میں سے خلفائے اربعہ' ابن عباسؓ' ابن مسعودؓ' زید بن ثابتؓ' ابی بن کعبؓ' ابو موسیٰ اشعریؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ۔

(۲) تابعین میں سے مجاہدؒ' عطاء بن یسارؒ' عکرمہؒ' قتادہؒ' حسن بصریؒ' سعید بن جبیرؒ اور زید بن اسلمؒ۔

(۳) اور تبع تابعین میں سے حضرت مالک بن انسؒ کو کہا جا سکتا ہے' جنہوں نے حضرت زید بن اسلمؒ سے یہ علم حاصل کیا۔

یہ تمام حضرات ان علوم کے بانی اور موسس ہیں جنہیں اب ہم علم تفسیر' علم اسباب نزول' علم مکی ومدنی' علم ناسخ ومنسوخ' علم غریب القرآن کے نام سے موسوم کرتے ہیں' یا مجموعی طور پر علوم قرآن کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

دور تدوین

دور تدوین کو ہم نے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دور دوسری صدی ہجری پر ختم ہوتا ہے' اس دور میں علم تفسیر کے علاوہ دوسرے علوم قرآن شروع نہیں ہوئے تھے۔ دوسرا دور تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے' جب تفسیر کے علاوہ دوسرے علوم قرآن کی بھی تدوین شروع ہوئی' یہ دور آٹھویں صدی ہجری پر ختم ہوتا ہے' اس میں ہر صدی کی مشہور کتابوں کا ذکر ہے جو اس موضوع پر لکھی گئیں۔ تیسرا دور آٹھویں صدی ہجری سے شروع ہو کر نویں صدی ہجری پر ختم ہوتا ہے' اس دور میں علوم قرآن میں بہت سے جدید علوم داخل ہوئے جیسے امثال القرآن اور جدل القرآن وغیرہ۔ چوتھا دور دسویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے اور موجودہ زمانہ کو بھی شامل ہے' یہ دور اخیر ہے۔

پہلا دور

جب علوم کی تدوین کا دور شروع ہوا تو سب سے پہلے علم تفسیر کو مدون کیا گیا کہ وہ تمام علوم قرآنیہ کی اصل اور بنیاد ہے' دوسری صدی ہجری کے جن علماء کرام نے اس فن کی طرف توجہ کی اور اس میں کتابیں تصنیف کیں' ان میں سے سرفہرست شعبہ بن الحجاج محدث بصرہؒ' سفیان بن عیینہؒ جو اہل حجاز کے تفسیر وحدیث میں امام کہلاتے ہیں' اور وکیع بن الجراحؒ جو عبد اللہ بن المبارکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے استاذ ہیں' ان حضرات نے علم تفسیر سے شغل رکھا' ان کی تفسیرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کے اقوال وآراء کی جامع ہیں' پھر انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ابن جریر طبریؒ (متوفی ۳۱۰ھ) نے اپنی تفسیر لکھی' جس میں احادیث صحیحہ' اعراب' استنباط مسائل کا ذکر کیا۔ وہ نہج جس کو ابن جریر طبریؒ اور اس سے پہلے کے مفسرین نے اختیار کیا یعنی صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال و آراء پر اکتفا کیا' تفسیر کے اس طرز کو تفسیر بالماثور کہا جاتا ہے' اسی دور میں تفسیر کا دوسرا نہج بھی شروع ہوا جس کو تفسیر بالرائے کہا جاتا ہے' پھر قرآن کی مختلف تفسیریں لکھی گئیں' کسی نے مکمل قرآن کی تفسیر لکھی' کسی نے ایک جز' ایک سورہ اور کسی نے خاص خاص آیتوں کی مثلاً "تفسیر آیات الاحکام" جس کو تفسیر موضوعی بھی کہا جاتا ہے۔

دوسرا دور

اس دور میں تفسیر کے علاوہ دوسرے علوم قرآن کی تصنیف وتالیف ہوئی اور علماء کرام نے خاص طور پر اس کی طرف توجہ کیں۔

(۱) چنانچہ تیسری صدی ہجری میں علی بن المدینیؒ جو امام بخاریؒ کے شیخ ہیں انہوں نے اسباب نزول پر اور ابو عبید القاسم بن سلامؒ نے ناسخ ومنسوخ اور قراءۃ وفضائل قرآن پر لکھا اور محمد بن ایوب الفریسؒ (۲۹۴ھ) نے مکی ومدنی سورتوں کے بارے میں لکھا' اور محمد بن خلف بن المرزبانؒ (۳۰۹ھ) نے اپنی کتاب الحاوی فی علوم القرآن تصنیف کی' ابن ندیمؒ نے الفہرست میں اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ ۲۷ اجزاء پر مشتمل ہے۔

واضح رہے کہ قرآن کے متعلق سارے علوم کے لیے "علوم القرآن" کا لفظ بطور اصطلاح کے سب سے پہلے محمد بن خلف بن المرزبانؒ نے اپنی کتاب "الحاوی فی علوم القرآن" میں استعمال کیا ہے۔

(۲) چوتھی صدی ہجری میں ابوبکر محمد بن القاسم الانباریؒ (۳۲۸ھ) نے "عجائب علوم القرآن" تالیف کی جس میں فضائل قرآن' قرآن کا سات حرفوں پر نزول' مصاحف کی کتابت' سورتوں اور آیتوں کی تعداد نیز کلمات قرآنی کی تعداد پر بحث لکھی۔ ابوالحسن اشعریؒ نے ایک عمدہ کتاب المختزن فی علوم القرآن کے نام سے لکھی' ابوبکر السجستانیؒ نے فی غریب القرآن اور ابو محمد القصاب محمد بن علی الکرخیؒ نے نکت القرآن الدالۃ علی البیان فی انواع العلوم والاحکام المنبئۃ عن اختلاف الانام لکھی اور محمد بن علی الادفویؒ (۳۸۸ھ) نے الاستغناء یا "الاستغناء فی علوم القرآن" بیس جلدوں میں لکھی۔

(۳) پانچویں صدی ہجری میں علی بن ابراہیم بن سعید الحوفیؒ نے "البرہان فی علوم القرآن" اور "اعراب القرآن" دو کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ابو عمر الدانی (۴۴۴ھ) نے التیسیر فی القراآت السبع اور المحکم فی النقط لکھی۔

(۴) چھٹی صدی ہجری میں ابو القاسم عبد الرحمٰن جو السہیلیؒ کے نام سے مشہور ہیں' انہوں نے ایک کتاب مبہمات القرآن لکھی' حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کشف الظنون میں اس کا نام التعریف والاعلام بما ابہم فی القرآن من الاسماء والاعلام بتایا ہے' نام سے کتاب کی غرض وغایت بھی معلوم ہو جاتی ہے' علامہ ابن الجوزی نے بھی دو کتابیں فنون الافنان فی عجائب القرآن اور المجتبیٰ فی علوم تتعلق بالقرآن

لکھیں۔

(۵) ساتویں صدی ہجری میں ابن عبد السلام المعز (۶۶۰ھ) نے مجاز القرآن کے متعلق ایک کتاب لکھی اور علم الدین سخاوی (۶۴۳ھ) نے جمال القراء اور کمال الاقراء، ابو شامہ (۵ ۶۶ھ) نے المرشد الوجیز فیما یتعلق بالقرآن العزیز لکھی۔

تیسرا دور

اس دور میں سابقہ علوم قرآن کے ساتھ ساتھ علوم قرآن سے متعلق کچھ نئے گوشے رونما ہوئے جیسے بدائع قرآن، حجج قرآن، اقسام القرآن اور امثال القرآن وغیرہ۔ بدیع کے جو انواع قرآن کریم میں وارد ہوئے ہیں، اس موضوع پر ابن ابی الاصبع نے ایک مستقل کتاب لکھی، حجج القرآن یا علم جدل القرآن یعنی قرآن میں براہین اور ادلہ کے جو انواع مذکور ہیں، اس موضوع پر نجم الدین طوفی (۷۱۶ھ) نے ایک کتاب لکھی، اقسام القرآن پر متقدمین علماء میں سے ابن القیمؒ نے اور متاخرین علماء میں سے مولانا حمید الدین فراہیؒ نے اپنی کتاب امعان فی اقسام القرآن لکھی، امثال القران کی بہت سی مثالیں الاتقان فی علوم القرآن، جو علامہ سیوطیؒ کی ہے، اس کی ۶۸ ویں نوع میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری میں بدر الدین زرکشیؒ (۷۹۴ھ) نے البرہان فی علوم القرآن لکھی جو استاد محمد ابو الفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں شائع ہوئی۔

نویں صدی ہجری میں جلال الدین البلقینی نے مواقع العلوم فی مواقع النجوم تصنیف کی، پھر جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) نے التحبیر فی علوم التفسیر اور الاتقان فی علوم القرآن لکھی، موخر الذکر کتاب میں البرہان فی علوم القرآن للزرکشیؒ سے بڑی حد تک مدد لی گئی ہے۔

چوتھا دور

نویں صدی ہجری کے بعد سے شروع ہوتا ہے، پھر بہت سے علماء نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور مختلف تصنیفات اس موضوع پر دنیا کے سامنے آئیں، کسی نے تاریخ القرآن پر لکھا اور کسی نے علوم القرآن اور متعلقات قرآن پر، شیخ طاہر الجزائریؒ نے البیان بعض المباحث المتعلقة بالقرآن، شیخ محمد جلال الدین القاسمیؒ نے محاسن التاویل، شیخ محمد عبد العظیم زرقانیؒ نے مناہل العرفان فی علوم القرآن اور شیخ محمد علی سلامہؒ نے منہج القرآن فی علوم القرآن اور عربی زبان وادب کے استاد کبیر مصطفیٰ صادق الرافعیؒ نے اعجاز القرآن اور استاد سید قطب نے التصویر الفنی فی القرآن، استاد مالک بن نبیؒ نے الظاہرۃ القرآنیہ لکھی جس میں مسئلہ وحی پر بہت عمدہ بحث کی ہے۔

علامہ رشید رضا مصریؒ کی تفسیر القرآن الحکیم جو تفسیر المنار کے نام سے جانی جاتی، اس میں بھی علوم القرآن پر بہت کچھ مواد موجود ہے، جدید کتابوں میں ڈاکٹر محمد عبد اللہ دراز کی دو کتابیں النباء العظیم اور نظرات جدیدۃ فی القرآن، محمد الغزالی کی کتاب نظرات فی القرآن اور استاد محمد المبارک عمید کلیہ الشریعہ جامعہ دمشق کی کتاب المنہل الخالد، ڈاکٹر مناع القطان کی کتاب مباحث فی علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی الصالح کی کتاب مباحث فی علوم القرآن، شیخ محمد علی الصابونی کی کتاب التبیان فی علوم القرآن قابل ذکر ہیں۔

امت اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہونے کی وجہ سے عربی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی اس موضوع پر کتابیں وجود میں آئیں، ہمارے ہندوستانی علماء میں سے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب الفوز الکبیر جو اصلاً فارسی میں لکھی گئی ہے، وہ علوم قرآن ہی کے موضوع پر ہے۔ ابھی چند سال ہوئے اس کی عربی زبان میں مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری استاذ دار العلوم دیوبند نے العون الکبیر کے نام سے بہت عمدہ شرح لکھی ہے۔

موجودہ زمانہ میں علوم قرآن کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے، سائنس و ٹیکنالوجی کی وجہ سے بہت سی چیزوں کا انکشاف اور مختلف چیزوں کی تسخیر دنیا کے سامنے آئی تو بہت سے لوگوں نے قرآن اور تسخیر کائنات کے موضوع پر قلم اٹھایا، ان ساری بحثوں کو علوم قرآن ہی کے دامن میں جگہ ملنی چاہیے، ایسے ہی اعدائے اسلام نے جو قرآن کے اوپر اعتراضات کیے ہیں اور علمائے اسلام نے ان کے مختلف زبانوں میں جوابات دیے ہیں، یہ ساری بحثیں بھی علوم قرآن سے متعلق سمجھی جائیں گی، اس طرح علوم قرآن کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔

یہ علوم قرآن کے متعلق چند سطریں ہیں، اس کا مقصد اس موضوع پر لکھی گئی ساری کتابوں کا استقصاء یا احاطہ نہیں ہے، اور یہ اس جیسے چھوٹے مضمون میں ممکن بھی نہیں، مقصد صرف یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ یہ علم ہم تک کن مراحل سے گزرتا ہوا پہونچا ہے اور علمائے اسلام نے اس ایک موضوع پر کس طرح کتابیں لکھی ہیں، اور امت اسلامیہ کبھی بھی ایسے علماء کرام سے خالی نہیں رہی ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ دار العلوم دیوبند)

مولانا محمد عیسیٰ منصوری کی پاکستان تشریف آوری

ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا محمد عیسیٰ منصوری رائے ونڈ کے عالمی تبلیغی اجتماع کے موقع پر پاکستان تشریف لائے اور اجتماع میں شرکت کے علاوہ پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی کے ہمراہ گوجرانوالہ، راولپنڈی، میرپور آزاد کشمیر، اسلام آباد، اکوڑہ خٹک اور لاہور میں مختلف دینی راہ نماؤں سے ملاقات اور اجتماعات میں شرکت کے بعد انڈیا روانہ ہو گئے۔